نصابی کتب کی تالیف کے اہداف وطریقہ کار

پروفیسر سرور حسین خان ☆

مذہب کے تعلق سے جب ہم دینِ اسلام پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو کائنات میں بسنے والوں پر یہ امر آشکار ہو جاتی ہے کہ اس دین کی ابتداء جس پہلی وحی سے ہوئی وہ اِقْــرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ O (۱) ''پڑھیے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا'' ہے اس پہلی وحی کی پہلی آیت ہی میں ہمیں علم کا درس ملتا ہے ایسے معاشرے میں اور ایسے وقت میں جب شہر مکہ میں لکھے پڑھے افراد کی تعداد چند نفوس پر مشتمل تھی۔

مذہبی اور اسلامی نکتہ نظر سے ہٹ کر ہم اگر آج کے موجودہ دور میں طباعت و اشاعت کے حوالے سے تصنیف و تالیف کی دنیا پر ایک نظر کریں تو ہمیں مختلف موضوعات پر ہزاروں نہیں لاکھوں، بلکہ کروڑوں کتب مطبوعہ صورت میں نظر آئیں گی۔ ان میں اکثر ایک سے زائد بار طبع نہ ہوسکیں لیکن بہت سی کتب ایسی بھی ہیں جو بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں، جو قارئین کے ذوقِ سلیم کی نشاندہی کرتی ہیں۔

کتب بینی کے حوالے سے ترقی یافتہ ممالک سرفہرست ہیں خاص طور سے ایک زمانے میں بچوں کی کتب کی طباعت کے سلسلے میں روس پوری دنیا میں سرفہرست تھا، جہاں بچوں کی کتب کی تعداد اشاعت کروڑوں کتب پر مشتمل ہوتی تھی، اس طرح یورپ و امریکہ و دیگر مغربی ممالک میں ایک کتاب یا ناول کی کئی لاکھ کاپیاں فروخت ہو جانا معمول کی بات ہے۔

برخلاف اس صورت حال کے اگر ہم کتب بینی اور طباعتی حوالے سے ترقی پزیر اور غیر ترقی یافتہ ممالک کا سرسری جائزہ لیں تو ان ممالک کی حالت اس حوالے سے انتہائی حوصلہ شکن حد تک ناگفتہ بہ پائی جاتی ہے، بیشتر غیر نصابی کتب پانچ سو سے لیکر ہزار بارہ سو تک کی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر جناح گورنمنٹ کالج ناظم آباد، کراچی

تعداد کی طباعت اول طباعت آخر کے درجے تک ہی محدود رہتی ہے، علاوہ ازیں پندرہ بیس فیصد کتب ایسی بھی ہوتی ہے جو اپنے موضوع ومضمون کی اہمیت کے پیش نظر ایک سے زائد بار شائع ہونے کا شرف حاصل کر لیتی ہیں۔

تعدادِ اشاعت کے حوالے سے جب ہم غیر نصابی کتب سے اپنا رخ نصابی کتب کی طرف کرتے ہیں تو یہاں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں کیونکہ ترقی یافتہ ممالک میں صد فیصد تعلیم موجود ہے اور ہائر سیکنڈری تک لازمی تعلیم ہے اسی لئے ان ممالک میں پرائمری کی سطح سے لے کر ہائر سیکنڈری کی سطرح تک لازمی اور اختیاری مضامین کی کتب بڑے پیمانے پر طبع ہوتی ہیں برخلاف اس کے جب ہم دوبارہ ترقی پزیر اور غیر ترقی یافتہ ممالک کا نصابی کتب کے حوالے سے موازنہ کرتے ہیں تو یہاں بھی صورت حال دگر گوں نظر آتی ہے، البتہ ترقی پزیر ممالک میں ایک حد تک یہ امر خوش آئند ہے کہ پرائمری کی سطح تک نصابی کتب کی اشاعت بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد تک ہوتی ہے۔ لیکن یہی تعداد سیکنڈری کی سطح اور ہائر سیکنڈری کی سطح تک پہنچتے پہنچتے نا قابل یقین حد تک کم ہو جاتی ہے۔ اور یہی صورت حال ہمیں طالب علم کے ساتھ قلم، کاغذ اور کتاب کے رشتہ کی عکاسی کی صحیح ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔ قلم اور کاغذ کا تعلق کتنا مضبوط اور اہم ہے اس کا اندازہ ہم اس امر سے بھی لگا سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں خود ربّ کریم نے بھی قلم کا ذکر اس طرح کیا ہے الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O (۲) ''وہ جس نے (انسان کو) قلم کے ذریعے علم سکھایا''۔

کتاب نصابی ہو یا غیر نصابی وہ خوبیوں سے مزین اور لغزشوں سے مبرا نہیں ہوتی، لیکن ہم اپنے موضوع کے اعتبار سے کوتاہی اور خامیوں اور لغزشوں سے صرف نظر کرتے ہوئے نصابی کتب کی صرف خوبیوں، اور اچھائیوں کی نشاندہی کرنے کی سعی کریں گے اور انہیں اس پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے جس کی روشنی میں ہمارے درمیان موجود افراد کے دل میں اگر لکھنے کی جستجو اور کتاب مرتب کرنے کا سچا جزبہ موجود ہے تو اسے ہم وہاں تک لے آدیں گے جہاں ایک کتابی شکل وصورت بن جاتی ہے، اور ان تمام امور کا

مدعا صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے ملک میں مزید جو نصابی کتب زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہوں وہ معیار و خوبی میں یکساں ہوں اور ساتھ ہی ہمارے درمیان اچھے نئے لکھنے والوں کا اضافہ بھی ہو اور ملک کے نونہال ان کی اچھی کاوشوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ نصابی کتب میں خوبیوں کے حوالے سے ہم اپنی تحریر کو درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ موضوع کا انتخاب۔

۲۔ غیر نصابی اور نصابی کتب کا فرق۔

۳۔ مواد کا انتخاب و تجزیہ (موضوع کے مطابق، حقائق پر مبنی)

۴۔ نئی تحقیقات کی قبولیت میں لچک

۵۔ مروجہ جدید ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر سے آگہی۔

۶۔ مختلف زبانوں کی معلومات

۷۔ ماضی، حال و مستقبل میں ربط وضبط

۱۔موضوع کا انتخاب:

کسی بھی کتاب کو مرتب کرنے سے پہلے اس کے لئے موضوع کا ذریعہ تقریباً ان تمام باتوں کے اظہار کا ارادہ کرتے ہیں جنہیں کتاب میں بیان کرنا مقصود ہے، لہٰذا موضوع نہایت عمدہ، صحیح اور پر کشش ہونا چاہئے تاکہ پہلی نظر میں ہی قاری کے من کو وہ بھا جائے، اس حوالے سے لکھنے والوں کو خاص طور سے غیر نصابی کتب کے موضوعات چننے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان کے سامنے اگر ایک طرف مختلف موضوعات کی بھرمار ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ خلش بھی باقی رہتی ہے کہ موضوع ایسا ہو جو سب کو بھا جائے اور کسی مکتبہ فکر یا معاشرے میں بسنے والے مختلف افراد میں سے کسی کی دل شکنی یا دل آزاری کا سبب نہ بنے۔

برخلاف اس کے جب ہم موضوع کے حوالے سے نصابی کتب کا جائزہ لیتے ہیں تو

ہمیں یہاں لکھنے والوں کے لئے دو سہولتیں میسر نظر آتی ہیں، اولاً ہر لکھنے والا صرف اپنے مخصوص مضمون پر ہی قلم اٹھائے گا جس کی تدریس میں وہ مشغول ہے مثلاً معاشیات، مدنیات، فلسفہ، کیمیا، طبعیات وغیرہ کے جو اساتذہ کرام ہیں وہ اپنے ان ہی موضوعات کو کتاب کے لئے منتخب کریں گے۔ دوسری بڑی سہولت نصاب کے حوالے سے ہے وہ یہ کہ ہر مضمون کے لئے متعلقہ بورڈ یا جامعہ نے نصاب کی حد مقرر کردی ہے لہٰذا ایک لکھنے والے پر لازم ہے اور اسے پابند کردیا گیا ہے کہ وہ طلبہ کی نصابی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کتب کو مرتب کرے۔

موضوع کے حوالے سے آخری بات یہ بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ کتاب کا نام مضمون سے قریب تر ہو، مثلاً معاشیات کے حوالے ہمارے سامنے چند نام آتے ہیں معاشیات، کتاب معاشیات، معاشیات پاکستان، Micro Economis وغیرہ، ان چاروں کتب کے اسماء سے ہمیں کتاب کے اندر کے مواد و موضوع سے خاطر خواہ آگہی حاصل ہوجاتی ہے یعنی اول الزکر دو کتب علم معاشیات سے متعلق ہیں، تیسری کتاب پاکستان کی معاشی حالت کا احاطہ کرتی ہے، جبکہ چوتھی اور آخری کتاب علم معاشیات کے ایک خاص شعبہ کے متعلق ہے، اس ضمن میں اتنا بیان ہی کافی ہے، البتہ ہم یہاں موجود اور غیر موجود معزز اساتذہ کرام سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے متعلقہ مضامین نئی نئی تصنیفات وتالیفات مرتب کرکے اس علم میں مزید اضافہ وسہولیات کا سبب بنیں گے۔

۲۔ غیر نصابی اور نصابی کتب کا فرق:

نشر واشاعت کی دنیا میں جو کتب پائی جاتی ہیں ان میں ایک بڑی تعداد غیر نصابی کتب پر مشتمل ہے ان کتب کے حوالے سے ہم چند امور میں بالکل باختیار ہیں، مثلاً ہمارے سامنے مختلف موضوعات کی ایک طویل فہرست موجود ہوتی ہے جس میں سے ہم اپنی پسند و ناپسند کے مطابق موضوع اختیار کرسکتے ہیں، ان میں مذہب، سیاست وحکومت، عدل و انصاف، قانون، تعلیم، فلسفہ، سائنس، آئی ٹی، کیمیاء، طبعیات، صحت وصفائی، علاج معالجہ

جیسے بے شمار عنوانات ہیں جو کسی بھی لکھنے والے کو دعوت تحریر دیتے رہتے ہیں، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ان موضوعات پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور مزید لکھنے کی گنجائش موجود و باقی ہے۔

محولہ بالا موضوعات پر قلم اٹھانے سے پہلے اس امر کی یقین دہانی کرلی جائے کہ جس موضوع پر قلم اٹھایا جا رہا ہے اس پر کس کس زاویہ سے لکھا جا چکا ہے اور اب کس طور سے قلم اٹھایا جائے جو لوگوں کے لئے مزید مفید معلومات کا ذریعہ وسیلہ ثابت ہو، غیر نصابی کتب میں ایک اچھے لکھنے والے میں یہ خوبی ہونا چاہئے کہ وہ جس موضوع کے متعلق جو بھی بات بیان کرے وہ اتنی موثر و جامع ہو کر افراد اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

غیر نصابی کتب کا ہلکا سا نقشہ پیش کرنے کے بعد اب ہم نصابی کتب کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ہم ان تمام کتب کا احاطہ کرنا چاہیں گے جو پرائمری کی سطح سے لے کر ماسٹرز لیول کی سطح تک کے طلبہ کی تدریسی ضروریات کو پورا کرتی ہیں، ان کتب کو ہم اپنے ملک میں رائج نظام تعلیم کے مطابق مختلف دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱۔ پری پرائمری سطح کی کتب
۲۔ پرائمری " "
۳۔ سیکنڈری " "
۴۔ ہائر سیکنڈری " "
۵۔ ڈگری سطح کی کتب(B.B.A, B.Sc, B.Com, B.A)
۶۔ ماسٹرز سطح کی کتب(M.B.A, M.Se, M.Com, M.A)

ہم نے یہاں پر مختلف سطح کی جن کتب کا ذکر کیا ہے ان میں پری پرائمری کی کتب عام طور سے سوال و جواب کی شکل میں ہوتی ہے اور ٹیچر بچوں کو صرف یاد کرانے پر اکتفا کرتے ہیں، اس سطح کی تعلیم کے اخراجات ہمارے ملک کے افراد عام طور سے برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوتے لہٰذا اس سطح کے طلبہ کی تعداد بھی محدود ہے اور اس سطح کے لئے

شائع ہونے والی کتب بھی محدود تعداد میں موجود ہیں نیز اس سطح کے لئے شائع ہونے والی کتب بھی محدود تعداد میں شائع ہوتی رہیں۔

پرائمری اور سیکنڈری کی سطح میں طلبہ کی تعداد پورے ملک میں کافی ہے کیونکہ اس سطح کی تعلیم کے لئے سرکاری درسگاہوں کے ساتھ ساتھ نجی تعلیمی اداروں کا گھنا جال بھی موجود ہے جو درس وتدریس کے حوالے سے اس کا ذخیرہ میں شامل ہیں، اس سطح کی تدریس کے لئے اکثر کتب ہر صوبہ کا ٹیکسٹ بک بورڈ مرتب کرتا ہے باقی وہ کتب جنہیں یہ بورڈ مرتب نہیں کرتا انہیں اساتذہ کرام اپنے طور پر تحریر کرتے ہیں اور زیادہ تر کتب نجی اشاعتی ادارے شائع کرتے ہیں۔

ہائر سیکنڈری یعنی انٹرمیڈیٹ کی سطح تک پہنچتے پہنچتے ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کی تعداد قریب قریب نصف رہ جاتی ہے لہٰذا اس پر بھی چند مشہور مضامین کو چھوڑ کر باقی مضامین میں کتب کی اشاعت وتدوین بہت کم ہے، لیکن اس سطح کے طلبہ میں خاص طور سے سائنس کے بعض کے طلبہ میں یہ شعور بیدار ہو چکا ہے کہ وہ صرف ایک کتاب پر انحصار نہیں کرتے بلکہ اپنی تعلیم اور مطالعہ کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے مختلف لکھنے والوں کی کاوشوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی سعی کرتے ہیں اور یہ عمل کتاب کی طلب میں اضافہ کا سبب بنتا ہے اور اساتذہ مزید نئی کتب لکھنے کی طرف راغب نظر آتے ہیں۔

ڈگری کی سطح پر ماسٹرز کی سطح تک پہنچتے پہنچتے ہمارے طلبہ کی تعداد بلا مبالغہ چند فیصد تک رہ جاتی ہے لیکن یہاں بھی ہمارے اساتذہ کی ذمہ داری میں کمی نہیں ہوتی بلکہ مزید اضافہ ہوجاتا ہے جس کے بنا پر اس سطح تک پہنچے والے طلبہ میں وہ ایسی رغبت اور دلچسپی وشعود بیدار کریں جس کی بنا پر ان کا مطالعہ وسیع ہو سوچ میں گہرائی ہو اور وہ محض ایک متن پر اکتفا کرنے والے نہ بن جائیں بلکہ سماجی علوم میں اختلاف راہ اور سائنس علوم میں تحقیقی باریک بینیوں کو قطعی نظر انداز نہ کریں اور اپنی ذہنی اُپچ کو بلند رکھتے ہوئے تعلیم و کے عمل کو جاری وساری رکھیں، اسی طرح اس سطح کے لئے مرتب کی جانے والی کتب کا معیار اور تحقیقی مواد اعلیٰ

درجہ کا ہونا چاہئے جو ہر طالب علم کی تدریسی ضروریات کے عین مطابق ہو۔

۳۔مواد کا انتخاب و تجزیہ:

کسی بھی کتاب کی تدوین سے پہلے اہم مسئلہ اس کتاب کے لئے مواد کا انتخاب ہے کسی بھی موضوع کے لئے اچھے مواد کو منتخب کرنے کے لئے ہمیں تحقیق و تنقیح کی منزل سے گزرنا ہوگا اسے تجزیہ کے لباس سے آراستہ کرکے اپنے کام میں لانا ہوگا۔اس ضمن میں ہم تنقید کے بنیادی اصولوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جیسا کہ محققین نے مواد و مآخذ کے حوالے سے بیان کیا ہے'' مآخذ میں وہ کتابیں، رسالے اور تحریریں شامل کی جاتی ہیں جن کا تعلق متن کی اساسیات سے ہوتا ہے، یعنی متن کے مختلف مخطوطے یا مطبوعہ نسخے جو اس کی تیاری، صحت اور تکمیل میں اساسی اہمیت رکھتے ہیں، مصادر میں ان مأخذ کو شامل کیا جاتا ہے جن سے مقدمہ اور حواشی کی ترتیب میں مدد لی گئی ہو، مراجع میں ایسی کتب کا ذکر آ سکتا ہے جن سے توسیعی اور تفصیلی معلومات کی فراہمی میں مزید مدد مل سکتی ہو، سب سے پہلے قلمی مآخذ، پھر قدیم مطبوعات اور آخر میں بیانوں اور مسائل وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے، ان سب کی فہرستیں علیحدہ علیحدہ تیار کی جاتی ہے۔(۳) علاوہ ازیں کتاب تعلیمی تحقیق کے مصنفین نے بھی بنیادی مواد کے حصول کے چند طرق بیان کئے ہیں

۱۔ براہِ راست معلومات کا حصول	Direct Personal investigation
۲۔ بالواسطہ معلومات کا حصول	Indirect Instigation.
۳۔ مقامی باشندوں کے ذریعہ	Local correspondent.
۴۔ سوالنامے کے ذریعہ	Through Questionnaire
۵۔ بذریعہ ٹیلی فون	Through telephone
۶۔ بذریعہ انٹرنیٹ	Through Internet.
۷۔ بذریعہ رجسٹریشن	Through Registration

محولہ بالا بنیادی مواد کے جو مختلف ذرائع بیان کئے گئے ہیں انہیں اگر ہم یکجا کرنا

چاہیں تو ہمیں مواد کو منتخب کرتے ہوئے دو امور پیش نظر رکھنے ہونگے۔

الف، موضوع کے مطابق:

مواد کے انتخاب کے حوالے سے یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہم اپنی تحریر کے لئے جو مواد منتخب کرنے جارہے ہیں وہ ہماری ضروریات کے عین مطابق ہو اور ہمارے موضوع کے لئے تقویت کا باعث بنے، اور جب ہماری کاوشیں تحریری شکل میں طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچیں تو وہ اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں، ساتھ ہی ہمیں مواد و مأخذ کی صداقت اور تاریخی حقائق کے تسلسل کو برقرار سمجھنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ممکن حد تک کسی قسم کی تنقید کا نشانہ نہ بنا جاسکے یا اس کے امکانات کم سے کم کردیئے جائیں، اس ضمن میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے عمدہ بات کہی ہے کہ محقق کو اس امر کی تصدیق بھی کر لینی چاہیئے کہ موضوع سے متعلق مواد اپنے مستند مأخذوں سے اخذ کیا گیا ہے یا محض روایات و تاریخی تسلسل کے بغیر پیش کیا گیا ہے۔ اگر ماخذ مواد کی صداقت کے ذمہ دار نہیں ہیں اور مواد دستاویزی تسلسل کے بغیر سامنے لایا گیا ہے تو پھر اس کی صداقت مشتبہ ہو جائے گی"۔(۵)

ب، حقائق پر مبنی مواد:

مواد کے منتخب کرنے میں دوسری اہم بات وہ حقائق و دلائل ہیں جنہیں ہم منتخب کرکے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعی کریں گے لہذا اس سلسلے میں خاص اہتمام کیا جائے کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو حقائق و دلائل کے خلاف ہو اور اسے ثابت کرنے کے لئے مزید دلائل سے گزرنا پڑے، اس ضمن میں سیدھا سادہ وہ رویہ اختیار کیا جائے جسے عرف عام میں دیانتداری کہتے ہیں، یعنی ہمارا خذ و چناؤ کا عمل شفاف اور پاکیزہ ہونا چاہیئے اس میں ملاوٹ، کھوٹ بالکل نہیں ہونی چاہیے۔

۴۔نئی تحقیقات کی قبولیت میں لچک:

کوئی بھی تحریر حرفِ آخر نہیں ہوتی وقت اور حالات کے ساتھ وہ تغیر وتبدل کے مرحلے سے گزرتی رہتی ہے لہٰذا ایک اچھی کتابی کاوش میں یہ خوبی ہونا چاہئے کہ جب بھی اس موضوع کے حوالے سے جن پر کتاب مرتب کی گئی ہے، اگر نئی تحقیقات سامنے آتی ہیں تو انہیں ہمیں نہ صرف خوش آمدید کہنا ہوگا بلکہ اگر ممکن ہے تو مطبوعہ تحریرات میں اتنی لچک موجود ہونی چاہئے کہ نئی تحقیقات اس موجودہ تحریر میں اپنے آپ کو سمولے اور اس کے داخل ہونے سے کتاب میں مزید ادبی تحقیقی حسن پیدا ہو جائے۔

۵۔ مروجہ جدید ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر سے آگہی:

الحمدللہ آج ہم جس ترقی یافتہ دور میں زندگی گزار رہے ہیں وہ جدید ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر کا دور کہلاتا ہے، یہ وہ ترقی اور ایجادات ہیں جن سے نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان سے ترک تعلق کیا جا سکتا ہے، بلکہ ہر لکھنے والا جو علمی میدان میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو وہ اس دور کے وسائل کے ذریعہ سے نہ صرف باخبر رہ سکتا ہے بلکہ ان کے ذریعہ اپنے علم میں اضافہ بھی کر سکتا ہے، ان میں اخبار، رسائل، جرنلز، ویڈیو، ٹی وی، کیبل، کمپیوٹر، وی آر VCR وغیرہ شامل ہیں یہ ٹولز اگر ایک طرف ہماری تفریح طبع کا سامان مہیا کرتے ہیں تو دوسری طرف ہماری علمی ضروریات میں بھی نہ صرف کام آتے ہیں بلکہ اسے سہولت و آسانی اور خوبصورتی بھی مہیا کرتے ہیں، مثلاً کمپیوٹر اگر ایک طرف قاری کو بہترین اور خوبصورت انداز میں کتاب تیار کر کے دیتا ہے تو دوسری طرف وہ قاری کو کتاب سے دوری کی طرف لیجانے کی طرف گامزن ہو چکا ہے۔ یہ ایک بہت قابل غور طلب پہلو ہے اس پر اہل علم کو سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہئے۔

جدید ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر کے حوالے سے صرف ایک مثال پر اکتفا کروں گا جس کے ذریعہ اس علم کی اہمیت خوب اچھی طرح اجاگر ہو جائے گی، مثلاً ہم بچپن سے سنتے چلے آتے ہیں کہ ہمارے کاندھوں پر دو فرشتے مامور ہیں جنہیں راما کاتبین کہا جاتا ہے اور یہ ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے ہیں اور ہماری اچھائیاں اور برائیاں دونوں کو تحریر کرتے رہتے ہیں،

لیکن یہ چونکہ ایک دینی بات تھی لہٰذا قلم کاغذ روشنائی اور لکھنے کا تصور بھی ذہن میں نہ آیا بس! اسے ایک دینی حکم جان کر اس پر ایمان کو قائم رکھا، لیکن کس طرح لکھا جا رہا ہے نہ لکھنے والا نظر آرہا ہے نہ ہی وہ ٹولز نظر آرہے ہیں جن سے تحریر و واقعات کی تکمیل ہو رہی ہے۔

آج کی کمپیوٹر کی ایجاد سے اس عمل کو اتنا آسان بنا دیا کہ ایک بچہ بھی جان سکتا ہے کہ ہم کمپیوٹر کے کی بورڈ کے ذریعہ مانیٹر پر تحریر کرتے ہیں اور وہی تحریر ہمارے عمل کے ذریعے میموری اور پھر ہارڈ ڈسک پر چلی جاتی ہے، اس مشین بھی نہ قلم ہے نہ کاغذ ہے نہ روشنائی لیکن تحریر کا عمل نہ صرف جاری وساری بلکہ پوری پوری لائبریری ایک ہارڈ ڈسک میں آسانی سے سما جاتی ہے اس عمل سے ہمیں یہ تقویت ملتی ہے کہ کراماً کاتبین کا عمل بھی یقیناً موجود ہے اور وہاں بھی لکھا جا رہا ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہا اور نہ ہی محسوس ہو رہا ہے، یہ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو اہل علم کو ہر وقت دعوت فکر وعمل دے رہی ہیں اب یہ ہماری صوابدید پر ہے کہ ہم اپنے لئے کون سی تحقیقی راہ منتخب کرتے ہیں۔

۶۔ مختلف زبانوں کی معلومات:

ایک اچھے لکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قومی ومادری زبان کے علاوہ بھی دیگر زبانوں کی بقدرِ ضرورت معلومات رکھے، اور وہ جس مضمون کا استاد ہے اس سے متعلق جس زبان میں مواد ملتا ہے اس زبان سے آگہی ضروری ہے، مثلاً اسلامیات کے مضمون سے تعلق رکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مادری وقومی زبان کوئی سی بھی ہو لیکن اسے بہرحال عربی زبان میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مواد عربی زبان میں ہے اسی طرح فقہ و تاریخ کی تمام معتبر اور قدیم کتب عربی زبان میں ہیں لہٰذا اس زبان کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ گو کہ اب تقریباً ہر کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں ہو چکا ہے، مگر جب تصنیف وتالیف اور تحقیق کا مرحلہ آتا ہے تو وہاں اصل وبنیادی زبان میں موجود مواد ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

زبان کے حوالے سے ہمارے پیش نظر یہ امر بھی رہنی چاہئے کہ آج پوری دنیا میں رابطے کی سب سے بڑی زبان انگریزی ہے، نیز اس زبان میں دنیا کے تمام مروجہ علوم وفنون موجود ہیں لہٰذا اس کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ ہر علم وفن سے تعلق رکھنے والے کو اگر انگریزی زبان کی شدبد ہے تو وہ اپنی استعدار علمی میں بے پناہ نہ صرف اضافہ کرسکتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ افراد تک اپنی بات خیالات وتاثرات کو پہنچا بھی سکتا ہے،اس لئے اس زبان کے لکھنے میں کوتاہ نظری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

۷۔ ماضی، حال ومستقبل میں ربط وضبط:

جب ہم کسی عبادت کو قرطاس ابیض کی زینت بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمیں کتاب کے عنوان کے آئینہ میں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ اس کا تعلق کس دور یا زمانے سے ہے، آیا وہ صرف ماضی کی ترجمان ہے یا حال میں موجود افراد کے لئے مستقبل میں مفید وکارآمد ہوسکتی ہے، یا اس میں اتنی لچک وخوبی موجود ہے جو نہ صرف حال کے حالات کا بھی مقابلہ کر رہی ہے اور مستقبل میں آنے والے حالات وواقعات سے بھی نبرد آزما ہورہی ہے، کیونکہ ہمارا ہر گزرنے والا لمحہ ماضی بن رہا ہے اور ہم حال کے زمانے کو گزارنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔

ایک اچھے مصنف ومؤلف کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام امور اور حالات و واقعات کا نہ صرف جائزہ لیتا رہے بلکہ بدلتے ہوئے حالات وواقعات پر گہری نظر بھی رکھے تاکہ وہ اپنے قارئین کے لئے بہترین، مثبت، عمدہ اور قابل عمل مواد کتابی شکل میں پیش کرسکے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی مصنف ومؤلف اگر دینِ اسلام کے حوالے سے اپنی کاوشیں لوگوں کے سامنے پیش کررہا ہے تو اس پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے ایک طرف اگر،وہ صحیح حالات وواقعات کو مثبت انداز میں پیش کررہا ہے تو دوسری طرف وہ اپنے گردوپیش میں بسنے والوں کے لئے ایک مصلح کا کردار بھی ادا کرتا ہے مثلاً سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ماضی بعید سے ہے لیکن دین اسلام کے حوالے سے یہ ہر دور میں ہر فرد کے دلوں میں موجود ہے، اب اگر کوئی فرد اس موضوع کے کسی گوشے کی ترجمانی کرتا ہے تو

اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ آج کے لوگوں کو یہ بھی بتائے کہ جس طرح چودہ سو سال پہلے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا گیا اس سے مثبت نتائج حاصل کئے گئے آج بھی ہم اس پر عمل کر کے بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں، اور آج بھی سیرت طیبہ پر عمل کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

معزز حاضرین میں نے اپنے تجربہ کی روشنی میں ایک مختصر مگر جامع کاوش پیش کرنے کی سعی کی ہے میری اس تحریر نے اگر کسی ایک فرد کے قلم میں جنبش پیدا کر دی تو میں سمجھوں گا کہ ہمارا یہاں بیٹھنے سننے کا مقصد پورا ہو گیا میری دعا ہے کہ ہم میں سے جو ساتھی بھی تحریر و تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے ہیں اس میں ...... پیدا ہو کہ اہل قلم کی تعداد میں نہ صرف اضافہ ہو بلکہ ہمارے سامنے مزید تحریریں کاوشیں طبع ہو کر ہم تک پہنچ سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ القرآن: سورۃ العلق آیت ۱

۲۔ القرآن: سورۃ العلق آیت ۴

۳۔ بخش، ایم سلطانہ، ڈاکٹر/ اصول تحقیق مطالعاتی راہنما علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی/ کوڈ نمبر ۱/۷/ص ۹۲-۹۳

۴۔ میاں محمد اسلم و محمود قاسم رضا/ نیچر سوسائٹی پبلیشرز ملتان۔ ۲۰۰۳ء/ص ۲۹،۱۲۸

۵۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر/ ادبی تحقیق کے اصول مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء/ص ۲۳